OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 149-166

مجدد الف ثانیؒ کے منہجِ تربیت کا اختصاصی مطالعہ

A specific study of the Tarbiyyat methodology of Mujaddid alf Thani

Noor Zaman

PhD Scholar, Department of Islamic Studies,

College of Shariah & Islamic Sciences, Lahore

Dr. Masood Ahmad Mujahid

Assitant Professor, College of Shariah & Islamic Sciences, Lahore

Abstract

According to Mujaddid Alf -Thani Al Shaykh Ahmed, the aim of Sufism and Spiritual guide is self-purification, inner-refinement and social reform. For the training of seekers, he instructed those matters which are in accordance with Sunnah. Spiritual guide is the name of manners. Without manners, the seeker cannot find the destination in the path of training. Sheikh Mujaddid used to incite remembrance and provocation according to the ability and capacity of the seekers.According to sheikh mujaddid, there must be correctness of belief, before Sulook (seeking the truth).According to Mujaddid's maktoobat, the Faraid (obligations) must not be missed for the sake of Nawafil. Repetition of kalima tayyaba, reverness in prayer and good compainship are necessary for purification of heart.Due to his training style the truth seekers rose to the heights of righteousness and spirituality.

Keywords: Sufism, Mujaddid alf Thani, Maktoobat, Sulook, Nafs, Tarbiyyat, Purification of heart

تعارف

برِ صغیر پاک ہند میں طریقہ نقشبندیہ کا بیج خواجہ باقی باللہؒ نے سرزمین ہند میں ڈالا اور اس

کی آبیاری خانقاہ سرہند سے ہوئی۔ شیخ مجدد الف ثانی نے اس طریقہ کو پورے ہندوستان میں پھیلا دیا جو بعد ازاں بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ سلوک، وصول الی اللہ کے راستے کو کہتے ہیں۔ تربیت کسی شے کو بتدریج درجہ کمال تک پہنچانا ہے۔ اس آرٹیکل میں، مجدد الف ثانیؒ کے اس منہج و اسلوب کو تحریر کی جائے گا جو انہوں نے طالبانِ حق تعالیٰ کی تربیت کے لیے اختیار کیا۔

بیعت کا مقصود، توبہ اور تربیت سلوک

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ رسمی بیعت کے قائل نہ تھے بلکہ اس کے ذریعے بندہ کو توبہ اور تربیت سلوک کے راستہ پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ نفسِ انسانی، جو مختلف شہوات کا مرکز اور برائیوں کا محرک ہوتا ہے، کی اصلاح کی جائے۔ تصوف میں بیعت کا مقصود بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان میں رجوع الی اللہ کا داعیہ پیدا ہو جائے اور ماسویٰ اللہ سے بے رغبتی ہو جائے۔ مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں سیر و سلوک اور ارادت کا مقصود بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”مقصود از سیر و سلوک تزکیہ نفس ِ امارہ است و تطہیر آں تا از عبادت آلہہ باطلہ کہ ناشی است وجود ہوائی نفسانی نجاتے میسر شود“[1]

(سیر و سلوک سے مراد نفس امارہ کا تزکیہ اور اس کی تطہیر ہے تاکہ ان باطل معبودوں کی عبادت سے نجات حاصل ہو جائے جو کہ اس کی نفسانی خواہشات کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں۔)

اسی طرح دفتر سوم کے ایک طویل مکتوب میں خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے لکھتے ہیں:

" پیر و استاد اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ شریعت کی طرف ہدایت و رہنمائی کریں نہ یہ کہ مرید جو چاہے کرتا جائے اور پیر ڈھال بن جائے۔"[2]

جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس ارادت کے لئے حاضر ہوتا تو امام ربانی، شیخ کو جو ہدایات تجویز کرتے ان کا ذکر ”مبدأ و معاد“ میں بھی ہے اور مکتوبات میں بھی۔

شیخِ طریقت کو چاہیے کہ طالب کو مختلف اذکار و اشغال کی تعلیم اور اس پر توجہ کرتا رہے۔ طالب کی باطنی تربیت کے لے اس کی روحانی ہمتیں، باطنی ذوق اور استعدادیں بھی متفاوت ہوتی

ہیں شیخ کامل کو ایک ماہر طبیب کی طرح اس کی نفسیات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور طالب و سالک کے موافق حال اذکار و اشغال تعلیم کرنے چاہیے امام ربانی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"طریقہ کہ مناسب استعداد طالب است تعلیم نماید و ذکر ے کہ ملایم قابلیت اوست تلقین فر ما ید"[3]

(مرید سالک کو توبہ کے بعد جو طریقہ طالب کی استعداد کے مناسب ہے (اس کی) تعلیم دے اور ایسا ذکر جو اس کی قابلیت کے مناسب ہے۔ تلقین فرماتے۔)

امام ربانی بیعت کے ذریعے سالک کو وصال الی اللہ کی منزل کا راہی بنانا چاہتے ہیں جس کے لئے قدم قدم پر شیخ کی توجہ اور رہنمائی مطلوب ہوتی ہے۔

تمام امراض باطنیہ کی جڑ نفس امارہ اور قلب سقیم ہے۔ اس کے علاج سے اصلاح احوال کے دروازے کھلتے ہیں۔ شیخ مجدد اپنے ایک مرید مولانا محمد امین لاہوری کو ایک مکتوب میں امراض باطنی کے علاج کے لئے درج ذیل طریق کی تعلیم دیتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

"مخدو ما ! فکر ازالہ مرض قلبی درین فرصت یسیر بذکر کثیر از اہم مہام است و علاج علت معنوی دریں مہلت قلیل بیا د رب جلیل از اعظم مقاصد ۔دلی کہ گرفتار غیر است ازو چہ توقع خیر روحی کہ مائل بہ بہتر است نفس امارہ ازو بہتر است ۔آنجا ہم سلامتی قلب می طلبند و خلاصی روح می جویند"[4]

(میرے مخدوم !اس مختصر وقت میں اپنے قلبی امراض کا ذکر کثیر کے ذریعے ازالہ فکر کرنا سب کاموں میں سے سب سے زیادہ اہم کام ہے اور اس قلیل مہلت میں رب جلیل کی یاد سے علت معنوی (باطنی امراض) کا علاج کرنا بڑے اعظم مقاصد میں سے ہے لیکن جو دل دنیا میں گرفتار ہے اس سے خیر کی توقع کیا ہو سکتی ہے وہ روح جو کمینی دنیا کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ بہتر ہے کیونکہ وہاں (یعنی حق تعالیٰ کے ہاں) کامل سلامتی قلب طلب کرتے ہیں اور اخلاص روح چاہتے ہیں۔)

امام ربانی مذکورہ بالا مکتوب میں ذاتی اغراض و خواہشات سے چھٹکارا اور امراض باطنی و علل معنویہ سے آزادی حاصل کرنے کی نصیحت فرما رہے تھے تا کہ بندہ مومن کو صفائے باطن کے ذریعے حاصل ہونے والے اس قلب کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے جس کے متعلق قرآن حکیم

ارشاد فرماتا ہے: إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ''مگر وہی شخص (نفع مند ہو گا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔''

آداب ارادت

طریقت آداب کا نام ہے اس کے بغیر سالک اس راہ میں ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے شیخ کا ادب و احترام کرے اس کی حرکات و سکنات پر اعتراض نہ کرے۔ اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اپنی خواہشات کو اس کی رضا لے تابع بنا دے۔ آپ اپنے خلیفہ شیخ عبد الحمید بنگالی کے نام ایک مکتوب میں مریدوں کے آداب بیان کرتے ہیں جس کی تفصیل دفتر اول کے مکتوب 292 میں ہے اس مکتوب کے ملخصانہ نکات حسب ذیل ہیں:

1۔ شیخ ایسا ہونا چاہیے جو جذبہ و سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ و باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو۔

2۔ طالب کو چاہیے اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے اور اس کی خدمت میں شیخ کی اجازت کے بغیر نہ تو نوافل و اذکار میں مشغول ہو اور نہ ہی کسی اور طرف۔

3۔ شیخ کے مصلّی پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو والی جگہ طہارت نہ کرے۔

4۔ پیر کی صحبت میں کسی اور شخص کی طرف متوجہ نہ ہو۔

5۔ شیخ کی حرکات و سکنات پر اعتراض نہ کرے۔

6۔ شیخ کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور نہ ہی تھوک پھینکے۔

7۔ اگر طالب کو کسی اور شیخ سے فیض و فتوح پہنچے تو اسے بھی اپنے پیر کے ذریعے سمجھے۔

آپ، پیر کے زندہ کرنے اور مارنے کا مفہوم سمجھاتے ہیں کہ اس سے مراد جسمانی اِحیاء و اِماتت نہیں بلکہ روحانی حیات و موت مراد ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مکتوب 292 میں دفتر اول میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''جان لے کہ مشائخ کا قول ہے کہ پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے زندہ کرنا اور مارنا مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے نہ کہ جسم کا۔ اسی طرح مارنے سے مراد روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا مارنا۔ اور حیات و ممات سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت و کمال پر پہنچا دیتی ہے۔ شیخ مقتداء باذن الٰہی ان دو باتوں کا کفیل ہے۔

پس شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔اس کے معنٰی یہ ہیں کہ وہ بقاو فنا کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔"[5]

آپ اپنے سالکین و طالبین کے روحانی ارتقاء کے لئے شیخ کے ادب کو لازم قرار دیتے۔آپ کے نزدیک صاحب شریعت کی متابعت اور شیخ کی محبت و اخلاص کی موجودگی میں اس کے باطن کو کسی تیرگی کا خوف نہیں۔

باطنی امراض کے ازالہ کے لئے درستی عقیدہ کی ضرورت

اعمال کے مفید ہونے اور نفع بخش ہونے کے لئے عقیدہ کا درست ہونا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق جس طرح علماء حق نے عقائد کو سمجھا اور بیان کیا ہے، ان کے مطابق ہمیں اپنے عقائد کی تصحیح ضروری ہے۔سالک کو چاہیے کہ سب سے پہلے عقائد کو صحیح کرے۔پھر حلال و حرام فرض، واجب وغیرہ شرعی احکام کا علم، پھر اس کے بموجب عمل، اس کے بعد تزکیہ اور تصفیہ کا نمبر آتا ہے۔ شیخ مجدد کے نزدیک جب تک عقائد صحیح نہ ہوں، احکام شریعت کی واقفیت فائدہ مند نہیں اور جب تک دونوں نہ ہوں صفائی قلب ممکن نہیں۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں اس امر کی بایں انداز وضاحت کرتے ہیں:

"چونکہ نزدد حکماء مقرر است کہ مریض تاز مانیکہ از مرض بہ نشود ، ہیچ غذائے أورا سود مند نیست اگرچہ مرغ متنجن باشد بلکہ مقوّی مرض است پس اول فکر ازالہ مرضِ اومی نمایند ۔ پس آدمی تازمانیکہ بمرض قلبی مبتلا ست في قلوبهم مرض ہیچ عبادتی و طاعتی اورا نافع نیست بلکہ مضر است"[6]

(حکماء واطباء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جب تک مریض کا مرض زائل نہ ہو اسے کوئی غذا فائدہ نہیں دیتی بلکہ غذا اس صورت میں مرض بڑھا دیتی ہے۔اسی طرح جب تک کوئی شخص قلبی امراض میں مبتلا ہے(فی قلوبھم مرض)، کوئی عبادت وطاعت اسے فائدہ نہیں دیتی۔بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔)

شیخ مجدد الف ثانی کے نزدیک اعمال میں سستی قابل عفو ہے جبکہ اعتقادی سستی میں اس کی گنجائش نہیں دفتر دوم کے مکتوب 67 میں امام ربانی مجدد الف ثانی عقائد و ارکان کی اہمیت کا

تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس خط میں درستی عقائد کی طرف توجہ دیدی گئی ہے۔ کہ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں چنانچہ آپ اس مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مداہنت و مساہلت در عمل امیدِ مغفرت دارد اما مداہنت و اعتقادی گنجائش ندارد" إن الله لا یغفر ان یشرک بہ ما دون ذلک لمن یشآ ء"[7]

(عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقادی سستی میں مغفرت کی گنجائش نہیں (کیونکہ) اللہ تعالی مشرک کو نہیں بخشتا اور شرک کے سوا اور سب کچھ بخش دیتا ہے۔ جس کے لئے چاہتا ہے۔)

آپ اپنے متوسلین، طالبین اور سالکین کو اپنی تعلیمات و ہدایات میں اعتقاد کی درستی پر بہت زور دیتے تھے۔ کہ اس کے بغیر سلوک الی اللہ کا سفر رائیگاں ہوتا ہے۔

قلبِ سقیم کو قلبِ سلیم میں بدلنے کا اقدام

جس طرح انسان کا جسم بیمار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا باطن بھی بیمار ہوتا ہے۔ قرآنی الفاظ "فی قلوبھم مرض" اس قلبی و باطنی بیماری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امام ربانی کے مطابق سالک کا قلب جب تک ماسوی اللہ کی محبت و گرفتاری سے آزاد و بے زار نہیں ہو جاتا اسے کوئی عبادت وطاعت فائدہ نہیں دیتی۔

امام ربانی اپنے مکتوبات میں واضح ہدایات دیتے ہیں کہ عبادات وطاعات کو مؤثر اور نفع بخشش بنانے کے لئے قلبِ سقیم کو قلبِ سلیم میں بدلنے کی کوشش اور اقدام کیا جائے۔ صاحب قلب سلیم ہی انسان مرتضی اور شریک زمرہ لایحزنون بن سکتا ہے۔ قرآن حکیم قلب سلیم کا ذکر سورۃالشعراء میں یوں بیان فرماتا ہے:

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ، اِلَّا مَنْ اَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ "[8]

(جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد، مگر وہی شخص (نفع مند ہو گا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔)

جس طرح دانا اور عقل مند حکیم اپنے مریض کو طاقتور غذاؤں سے پہلے اس کا مرض دور کرتے ہیں اسی طرح شیخ کامل اپنے سالک کو پہلے باطنی و قلبی مرض دور کرنے کی تدبیر کرتا ہے۔ تاکہ سالک کا دل ماسوائے حق کی گرفتاری اور دنیا کی محبت سے آزاد ہو جائے۔ جب تک نفس انسانی

اپنی خواہشات کی قید سے نجات حاصل نہیں کرتا۔ وصول الی اللہ کے سفر میں کامیاب نہیں ہو سکتا جیسا کہ مولانا روم قلب سقیم اور صاحب قلب سلیم کا فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا   آں خورد گردد ہمہ نور خدا
ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد   آں خورد زاید ہمہ نور احد(9)

(عام انسان جو کچھ کھاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پلیدی خارج ہوتی ہے۔ اور وہ (قلب سلیم) کا حامل انسان جو کھاتا ہے خدا کا نور ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ کھاتا ہے تو جسم میں بخل و حسد پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ کھاتا ہے تو اس سے وحدہ لاشریک کا عشق پیدا ہوتا ہے۔)

تربیتِ باطن کے لئے امور ثلاثہ کا خصوصی اقدام

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوسلین و طالبین کی باطنی تربیت کے لئے درج ذیل تین امور کی خصوصی تاکید اور ہدایت کرتے ہیں: تلاوت قرآن مجید، قرأت طویلہ سے نماز اور کلمہ طیبہ کا تکرار یہ تینوں امور انسان کی داخلی اصلاح، تعمیر سیرت اور تربیت نفس کے لئے ناگزیر ہیں۔ شیخ مجدد جس زمانہ میں بادشاہ جہانگیر کے ساتھ ابتلاو آزمائش کے طور پر پابند کئے گئے تھے۔ ان دنوں اپنے صاحبزادے کے نام ایک مکتوب میں ان امور کی طرف یوں رغبت دلاتے ہیں:

"اے فرزندان عزیز! ابتلاء کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے لیکن اگر فرصت دین ہو تو غنیمت ہے۔ تمہیں اب فرصت ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالی کی حمد بجالا کر اپنے کام میں لگے رہو اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لیے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول ہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو یا لمبی قرأت کے ساتھ نماز ادا کیا کرو یا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار کرتے رہو۔ کلمہ طیبہ لا الہ کے ساتھ، حق تعالی کے سوا تمام تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہیے اور تمام مرادوں اور مقصدوں کو دفع کرنا چاہیے۔ اپنی مراد کو طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اس لئے چاہیے کہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخلیہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔"(10)

مذکورہ بالا مکتوب میں پہلا امر تلاوت قرآن مجید بیان کیا گیا ہے۔ تلاوت قرآن مجید اللہ تعالی کی افضل عبادت ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

تلاوت قرآن سے قلوب میں خشیت پیدا ہوتی ہے۔ غفلت دور ہوتی ہے۔ نفس کا تزکیہ اور باطن کا تصفیہ ہوتا ہے۔ اخلاق سنورتے ہیں اس کی تاثیر کے لئے متعدد آیات میں ایک مقام کا ملاحظہ ہو:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ"(11)

(ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلام محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے۔)

اسی طرح نماز انسان کو برائیوں سے بچاتی ہے اخلاق سنوارتی ہے۔ اور انسان میں وہ حس پیدا کر دیتی ہے جو اسے رذائل اخلاق سے بچنے اور فضائل اعمال پر ابھارتی ہے۔ نماز اللہ تعالی کے ذکر کی سب سے بڑی صورت ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"أَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ "(12)

(اے حبیب مکرّم!) آپ وہ کتاب پڑھ کر سنایئے جو آپ کی طرف (بذریعہ) وحی بھیجی گئی ہے، اور نماز قائم کیجئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ ان (کاموں) کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔)

ذکر سے قلبی صفائی ہوتی ہے۔ کلمہ طیبہ کا تکرار، جس کی طرف شیخ مجدد سالک کو ہدایت کرتے ہیں، کی بہت فضیلت ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا الہ الا اللہ کا کلمہ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آسمان و زمین دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو یہ ان سے وزنی ہو جائے گا۔"(13)

مجدد الف ثانی ذکر کی اہمیت اور تاثیر کے متعلق اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کو مکتوب لکھتے ہوں یوں متوجہ کرتے ہیں:

"فرصت کے اوقات بے ہودہ امور میں ضائع نہ کرو اور ذکر الٰہی کے سوا کسی کام میں

مشغول نہ ہو۔ تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں۔ "لا" کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد اور مرضی نہ رہے۔"(14)

شیخ مجدد کے نزدیک تلاوت قرآن مجید، لمبی قرأت کے ساتھ نماز ار تکرار کلمہ نفی و اثبات تینوں کی اپنی اپنی جگہ اہمیت و ضرورت مسلمہ ہے۔ شیخ طریقت اپنے سالک کی باطنی استعداد اور نفسیات دیکھ کر مذکورہ بالا امور اور ان کی تعداد متعلق ہدایات دیتا ہے۔

سالک کے لیے نفی و اثبات کا ذکر نماز کے وضو کی مانند

شیخ مجدد کے ایک خلیفہ میر محمد نعمان نے آپ کو مکتوب بھیجا جس میں استفسار تھا کہ بارگاہ الٰہ میں دعا، تضرع، زاری اور طول قنوت بہتر ہے یا ذکر کرنا یا یہ سب کچھ ذکر کے ساتھ ملا ہوا بہتر ہے۔ آپ نے اس کی رہنمائی کے لئے ذکر کو مقدم کیا اور اسے ہدایت کی کہ پہلے ذکر نفی و اثبات کے ذریعے باطن کی طہارت حاصل کریں پھر تلاوت قرآن اور طول قنوت کریں۔ اس کے اثرات آپ کے قلب و باطن پر مرتب ہوں گے۔ چنانچہ آپ مکتوب نمبر 12 میں اپنے طالب کی بایں طور رہنمائی فرماتے ہیں:

"وصول کا دار و مدار ذکر پر موقوف ہے دوسری چیزیں ذکر کے اثرات و ثمرات ہیں۔ نفی واثبات کا ذکر وضو کی طرح ہے جو نماز کی شرط ہے جب تک طہارت درست نہ ہو نماز کا شروع کرنا درست نہیں اسی طرح نفی کا معاملہ جب تک انجام کو نہ پہنچ جائے۔ تب تک فرائض و واجبات اور سنتوں کے سوا عبادت نافلہ جس قدر کریں سب وبال میں داخل ہے۔ پہلے مرض کو دور کرنا چاہیے جو نفی اثبات کے ذکر سے وابستہ ہے۔ بعد ازاں دوسری عبادات حسنات، جو بدن کے لئے اچھی غذا کی مانند ہیں، مشغول ہونا چاہیے۔"(15)

شیخ مجدد کے نزدیک نفی و اثبات کے کلمہ کے تکرار کے وقت دل کو تمام اغراض سے خالی کرلے اور صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود و مطلوب جانے۔ اس کی کیفیت سے اس کا باطن جلد اللہ کے نور سے منور ہو جائے گا۔ اور نفس کے رذائل، خصائل میں بدلنا شروع ہو جائیں گے۔

شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارادت مند نے آپ سے روحانی تربیت کے لئے رہنمائی طلب کی، آپ نے اسے ایک تفصیلی مکتوب لکھا جس میں اعتقادات کو درست کرنے، اعمال کے بجالانے کے ساتھ ساتھ اخلاص کی ترغیب دی یہ تفصیلات آپ کے دفتر سوم کے مکتوب نمبر 17 میں مذکور

ہیں اس مکتوب کی روشنی میں آپ نے تربیت سلوک کے لئے اسے جو امور تجویز کئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

نماز تہجد اس راہ (سلوک الی اللہ) کی ضرورت میں سے ہے۔ کوشش کریں کہ ترک نہ ہونے پائے۔ اگر ابتداء میں یہ امر مشکل نظر آئے اور اس وقت بیداری میسر نہ آسکے۔ تو اپنے خدمت گاروں میں سے کسی کو اس امر پر مقرر کر دیں۔ چند روز کے بعد بیداری عادت بن جائے گی اور تکلف و تعمل کی حاجت نہ رہے گی۔

جو شخص پچھلی رات کو بیدار ہونا چاہیے، اسے چاہیے کہ نماز خفتن کے بعد اول شب کو سو جائے اور بے ہودہ امور میں جاگتا نہ رہے۔ سوتے وقت توبہ و استغفار اور تضرع و التجا کیا کرے۔

رات کو سونے سے پہلے اپنے گناہوں اور معاصی کو یاد کر کے آخرت کے عذاب کا تصور کرتے ہوئے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ سے عفو و مغفرت طلب کرے۔ کلمہ استغفار استغفر الله العظيم الذی لا اله الاهو الحی القيوم و اتوب اليه قلبی توجہ کے ساتھ پڑھے۔

کھانا کھانے میں چاہیے کہ نفس کی لذت مطلوب نہ ہو بلکہ عبادت کی قوت و طاقت کی نیت سے کھائیں اگر ابتدا میں یہ نیت حاصل نہ ہو تو تکلف کے ساتھ اپنے اپ کو اس نیت پر لائیں۔

عقائد درست کرنے، شریعت حقہ کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الہی جل شانہ سے آباد رکھنا چاہیے اور اس کی یاد سے غافل و فارغ نہ ہونا چاہیے۔ ظاہر کو اگر خلق کے ساتھ مشغول رکھیں تو چاہیے کہ باطن حق تعالی کے ساتھ مشغول ہو اور اس کی یاد سے لذت پائی جائے۔[16]

شیخ مجدد کے مذکورہ بالا مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ سالک کو چاہیے کہ امور خیر میں اپنے آپ کو عادی بنانے کے لئے شروع میں تکلفاً بھی کوئی اقدام کرنا پڑے تو کرے۔ آہستہ آہستہ وہ عمل اس کی عادت ثانیہ بن جائے گا۔ تربیت کا مقصود یہی ہے کہ انسان کی طبیعت، اعمال صالحہ کی خوگر اور عادی ہو جائے۔

فرائض و نوافل کی ترتیب کی ہدایات

شیخ مجدد کے نزدیک فرائض کے مقابلہ میں، نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ فرائض کو نوافل پر مقدم کرنے کی سختی سے ہدایت کرتے ہیں۔ فرائض و نوافل کی ترتیب میں اپنے ایک مکتوب دفتر اول مکتوب 29 میں آپ کے کچھ ارشادات و اقدامات بایں طور پر بیان کئے گئے ہیں:

زکوۃ کے طور پر ایک دانگ (چھ رتی وزن کا سکہ مراد ہے یعنی معمولی رقم) کا صدقہ کرنا، نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ویسے ہی اس دانگ کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کا رعایت کرنا مثلاً اس کو قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجے بہتر ہے۔

نماز خفتن کو آدھی رات کے بعد ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے کیونکہ اس سے مباح کے مقابلہ میں مکروہ پر عمل ہو جاتا ہے۔ اعمال کی شرعی حیثیت کی ترتیب مد نظر رہنی چاہیے۔

علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہدہ جو اسکے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے دوسرا وہ مجاہدہ جو اسکے حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ کتب تصوف کے ساتھ ساتھ کتب فقہ کے پڑھنے کا بھی اہتمام کرے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ (17)

شیخ مجدد کی تعلیمات میں فرائض ونوافل کا لحاظ اور ترتیب ضروری ہے۔ وہ اپنے متوسلین کی تربیت میں ان امور کی بہت تاکید فرمائے تھے۔

شیخ مجدد کے نزدیک آداب شریعت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے۔ خصوصا فرض، واجب اور سنت نمازیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ بہت دشوار ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

”وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ“(18)

(اور بیشک یہ گراں ہے مگر (ان) عاجزوں پر (ہرگز) نہیں (جن کے دل محبت الٰہی سے خستہ اور خشیت الٰہی سے شکستہ ہیں)۔)

امام ربانی مبتدی اور متوسط سالکین کے لئے وسواس وخطرات زہر قاتل سمجھتے ہیں اس لئے انہیں استغفار، کلمہ طیبہ، آیۃ الکرسی اور معوذتین کی تلقین فرماتے تھے۔ شیطانی حملوں کا اثر زائل کرنے کے لئے سالکین کو چاہیے کہ وہ باطن پر اسم اللہ کی ضرب لگانا چاہیے بار بار ضربیں لگانے سے شیطانی حملے کمزور اور ناپید ہو جاتے ہیں۔ علامہ محمد سعید احمد مجددی، افکار مجدد کی روشنی میں تربیتی عمل کو موثر بنانے کے لئے لکھتے ہیں:

”سالکین طریقت کو اعمال واذکار کے دوران ان کے معانی ومفاہیم ملحوظ رکھنے چاہیں تاکہ

حق تعالیٰ کے جمال و جلال اور عظمت کبریائی کا استحضار رہے۔ ایسا کرنے سے انوار و تجلیات کا ورود اور عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے۔ یوں خیالات منتشر نہیں ہوتے بلکہ ارتکاز توجہ نصیب ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ جو نہی وسوسہ آئے تو اسے فوراً جھٹک کر استغفار و تلاوت اور دیگر اذکار میں مشغول ہو جانا چاہیے۔(19)

صحبتِ صالح سے نفسانی امراض کے ازالہ کی ہدایت

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہوتے ہیں۔ ان کی مجلس اور صحبت سے باطنی امراض کا ازالہ ہوتا ہے۔ نفس، دنیا کی محبت اور خواہشات سے آزاد ہوتا ہے۔ اور اللہ کی طلب و شوق کا سفر شروع کرتا ہے۔ اہل اللہ کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ تصوف اور تربیت نفس کا مقصود بھی یہی ہے کہ انسان طالب مولیٰ بن جائے۔

امام ابن ماجہ، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خيارکم الذين وإذا رؤوا ، ذکر الله عزوجل"(20)

(تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔)

شیخ مجدد باطنی امراض کے حامل افراد کے لئے اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی ہدایت کرتے ہیں آپ دور اکبری و جہانگیری کے ممتاز طبیب حکیم صدر الدین کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اہل اللہ اطباء امراض قلبیہ اند ازالۂ علل باطنیہ منوط بتوجہ ایں بزرگواران است کلام ایشاں دواست و نظر ایشاں شفا هم قوم لا يشقى جليسهم وهم جلساء الله لهم يمطرون وبهم يرزقون رأس امرا ض باطنية ورئيس علل معنوية گرفتاری قلب است بما دون حق سبحانه وتعالي وتاازیں گرفتاری بتمام آزادی مسیر نشود سلامتی محالست"(21)

(اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہوتے ہیں۔ امراض باطنیہ کا ازال ان بزرگان کی توجہ سے وابستہ ہے ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتے یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہوتے ہیں انہیں لوگوں کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور انہی کے طفیل سے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔ باطنی مرضوں کی سردار اور اندرونی بیماریوں کی رئیس ماسوائے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے جب تک

اس قید سے پورے طور پر آزادی نہ ہو جائے، سلامتی محال ہے۔)

زیرِ نظر مکتوب گرامی میں امام ربانی اہل اللہ کے فیوض و برکات اور ان کی صحبت و مجلس کے فوائد و ثمرات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ دراصل اہل اللہ انسانی نفسیات اور باطنی امراض کے ماہر ہوتے ہیں۔ اس لئے سالک اور طالب کو چاہیے کہ ذاتی مفادات اور نفسیاتی اغراض کو پس پشت ڈال کر ان کا نیاز مند ہو کر ان کی ہم نشینی اختیار کرے تاکہ اسے ماسوا اللہ کی محبت جو تمام باطنی بیماریوں کی سردار سے چھٹکارا مل سکے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی احادیث میں نیک صحبت کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بد صحبت کی مثال بھٹی دھونکنے والے سے دی گئی ہے۔ دونوں کے اثرات ہوتے ہیں. کستوری سے خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونے والے سے کپڑے جلیں گے یا کم از کم اس کی ناگوار بو آئے گی۔

جو شخص اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بے نفس ہو کر آئے اور صحبت کے آداب ملحوظ خاطر رکھے۔ شیخ مجدد کے فرزند خواجہ محمد معصوم ان آداب کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> ''طریقت تمام ادب ہے کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا۔ یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرلے پس جب وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی صرف نظر کرتا ہو تو وہ اسے مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے۔ پس ہیچ و بے نفس ہو کر ان بزرگوں کی خدمت میں پوری طرح پیش قدمی کرے۔''(22)

''عزلت'' کی بجائے ''صحبت'' کا اقدام اور مقصود

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اپنے طریقہ کی بنیاد التزام سنت، اتباع شریعت، عزیمت پر عمل اور عزلت کی بجائے صحبت پر رکھی ہے۔ شیخ نقشبند کا قول ''طریقہ ما صحبت است'' معروف ہے۔ کیونکہ عزلت میں آفت اور صحبت میں خیریت ہے۔ شیخ مجدد اپنے متعلقین و مسترشدین کو ''صحبت'' کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے مقاصد مخلوق خدا کی رہنمائی اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔

شیخ مجدد کے خلفاء میں سے شیخ نور محمد پٹنی، آپ کے قدیم مرید اور جلیل القدر خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مرشد کامل کی تلاش میں کمر ہمت باندھی کئی شہروں میں گھومنے کے بعد بالآخر خواجہ محمد باقی باللہ کے آستانے پر دہلی میں آئے۔ وہاں ذکر قلبی کی تعلیم حاصل کی۔ خواجہ موصوف نے آپ کی تربیت شیخ مجدد کے سپرد کردی۔ آپ، شیخ مجدد کی خدمت

میں رہ کر سلوک و طریقت کے اعلی مقامات طے کرتے ہوئے مرتبہ وصول اور ارشاد وہدایت کے مقام پر پہنچے۔ آپ نے انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت دے کر ہندوستان کے ایک بہت بڑے شہر پٹنہ روانہ کیا۔ شیخ مجدد کے چھ مکتوبات آپ کے نام ہیں۔ شیخ نور محمد کے مزاج میں عزلت وخلوت داخل تھی۔ اس بنا پر جنگل اور گوشہ میں رہتے اور لوگوں سے بھاگتے تھے۔ جب یہ بات شیخ مجدد نے سنی تو انہیں ایک مکتوب لکھا۔ جس میں لوگوں سے ملنے کی ترغیب اور نصیحت کی کیونکہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا دار ومدار اسی صحبت پر ہے اور مخلوق کی رشد وہدایت کا معاملہ اسی پر موقوف ہے۔ آپ، شیخ نور محمد پٹنی کے نام، مکتوب لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اے میرے سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالی کے اوامر ونواہی کے بجا لانے سے چارہ نہیں۔ اسی طرح خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کئے بغیر بھی چارہ نہیں۔ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ (اللہ تعالی کے امر کے تعظیم اور مخلوق پر شفقت) اس قول میں انہیں دو حقوق ادا کرنے کا بیان ہے اور دونوں اطراف کو مد نظر رکھنے کی ہدایت ہے۔ پس ان دونوں میں سے صرف ایک کی رعایت رکھنا بڑی کوتاہی ہے۔ کُل کو چھوڑ کر جزو پر اکتفا کرنا سراسر قصور ہے۔ پس خلق کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا ضروری ہوا اور ان کے ساتھ حسن معاشرت رکھنا واجب ہوا۔"(23)

شیخ نور محمد نے، آپ کی ہدایت پر، شہر پٹنہ میں دریائے گنگا کے کنارے اپنا مسکن اختیار کیا۔ وہاں مسجد اور خانقاہ بنائی اور طالبان حق کی تربیت میں مصروف ہوگئے۔ آپ فنا، نیستی، بے وجودی، بے نفسی، بے نیازی اور استغناء میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق، آپ کے معاصر علامہ بدر الدین سرہندی لکھتے ہیں:

"آپ فقر وفاقہ کے برداشت کرنے میں اس زمانے کے بڑے بہت جواں مرد ہیں۔ جلالی اور جمالی تربیتوں کے بعد آپ کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ حضرت مجدد نے ان کے متعلق یوں فرمایا: شیخ نور، رجال الغیب میں سے ہیں۔ لیکن اس قول کے راوی کو شک ہے کہ ان کو نقباء میں سے فرمایا یا نجباء میں سے۔"(24)

شیخ مجدد نے اپنے کئی خلفاء کو مسترشدین و مریدین کی تربیت پر معمور کیا۔ انہیں خلوت و عزلت کی بجائے "صحبت" کی ہدایت کی۔ اس اقدام سے پورے ہندوستان میں آپ کی تربیتی تحریک کے اثرات مترتب ہوئے۔

تربیت میں سالکین کی استعداد کالحاظ

جس طرح تبلیغ و تعلیم کو موئثر اور مفید بنانے کے لئے لوگوں کی عقلوں کے مطابق کلام اور مخاطبیں کے مزاج اور نفسیات کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح امور تربیت میں بھی اثر آفرینی کے لئے مترب و سالک کی استعداد، ذوق اور باطنی صلاحیت کو سمجھ کر اس کے مطابق اعمال و اذکار تجویز کرنے چاہیں۔ سالکین طریقت کی تین اقسام ہیں:

1۔ مبتدی 2۔ متوسط 3۔ منتہی

اسی طرح استعداد کے اعتبار سے کچھ کور باطن، کچھ متوسط اور کچھ راہ سلوک طے کرنے میں انتہائی مستعد اور باہمت ہوتے ہیں۔ اس لئے سب کو ایک جیسا ذکر تعلیم و تلقین نہیں کرنا چاہیے کسی سالک کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق تصور شیخ کی نصیحت کرنی چاہیے۔

1۔ کسی کو پاس انفاس کا سبق دینا چاہیے۔

2۔ کسی کو ذکر قلبی کا مشورہ دینا چاہیے

3۔ کسی کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق ذکر اسم ذات کا سبق دینا چاہیے

4۔ کسی کو نفی اثبات کا ذکر بتانا چاہیے

5۔ کسی کو استغفار اور تلاوت قرآن بتانا چاہیے۔

۶۔ غرضیکہ جیسی سالک کی باطنی صلاحیت ہو اس کے مطابق اسے ذکر و فکر اور وظائف و اوراد کی تجویز دینی چاہیے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی سلوک ان تمام مراحل کو عبور کئے ہوئے تھے اور سلوک عروجی و نزولی کے مراتب سے مکمل طور پر واقف و آگاہ اس لئے آپ اپنے متوسلین کو اوراد و اذکار بتاتے ہوئے ان کی باطنی استعداد اور مزاج کا لحاظ کرتے تھے۔

لہذا شیخ کو چاہیے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ بتائے جو اس کے حال کے مناسب اور استعداد و قابلیت کے لائق ہو۔

امام ربانی اپنے خلفاء کو مذکورہ بالا طریق پر متوسلین و سالکین کی تربیت کی تلقین کرتے تھے تاکہ تربیتی عمل کماحقہ اثرات کا حامل بن جائے۔ آپ کی خانقاہ عالیہ سرہند شریف پر طالبین و سالکین گروہ در گروہ آتے تھے۔ جن میں خاص و عام کے ساتھ علماء و مشائخ بھی شامل ہوتے تھے۔ اکثر و بیشتر سیر و سلوک کی تکمیل کے بعد واپس چلے جاتے اور یہاں رہ جانے والے کی تعداد خاص رہتی تھی۔ جلد ہی آپ نے ہندوستان میں جابجا اپنے خلفاء عظام کو دین اسلام کی دعوت وارشاد اور سلسلہ عالیہ کی ترویج وترقی پر مامور فرمایا۔

حاصل کلام

امام ربانی الشیخ احمد سرہندیؒ کے نزدیک تصوف و سلوک اصول اللہ کا راستہ ہے۔ آپ کے نزدیک اس سلسلہ میں وہ امور مقبول ہیں جو سنّت کے مطابق ہوں۔ فرائض شریعت کی ادائیگی اور رعایت بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ طریقت آداب کا نام ہے۔ ادب کے بغیر سلوک میں کامیابی نہیں۔ شیخ مجدد نے سالکین کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق اذکار و اشغال تلقین کیے۔ آپ کے اسلوب تربیت سے سالکین و طالبانِ حق روحانیت کے بلند مقامات پر فائز ہوگئے۔

حوالہ جات و حواشی

1. مجدد الف ثانی، الشیخ احمد سر ہندی، مکتوبات امام ربانی، کوئٹہ: مکتبہ امدادیہ، 1331ھ، دفتر:1، مکتوب:35
2. مجدد الف ثانی، الشیخ احمد سر ہندی، مکتوبات امام ربانی، (مترجم: قاضی عالم الدین نقشبندی)، لاہور: اکبر بک سیلز، 2013ء، دفتر:3، مکتوب:41
3. مجدد الف ثانی، ایضاً، 211:1
4. مجدد الف ثانی، ایضاً، 166:1
5. مجدد الف ثانی، ایضاً، 292:1
6. مجدد، ایضا، 105:1
7. مجدد، ایضاً، 67:2
8. الشعراء، 88:26، 89
9. رومی، جلال الدین محمد بلخی، مولانا، مثنوی معنوی، تہران: انتشارات اشارات طلائی 1390ھ
10. مجدد، ایضاً، 2:3
11. لانفال، 8:3، 2
12. العنکبوت، 45:29
13. احمد بن حنبل، المسند، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1412ھ، ج:2، ص:169، الرقم:6583
14. مجدد الف ثانی، ایضاً، دفتر:3، مکتوب:2
15. مجدد الف ثانی، ایضاً، 10:3
16. مجدد، ایضاً، 17:3
17. مجدد الف ثانی، 29:1 ملخصاً
18. البقرۃ، 45:2
19. مجددی، محمد سعید احمد، البینات (شرح مکتوبات) گوجرانوالہ: تنظیم الاسلام پبلیکیشنز، 2012ء، ج:4، ص:323

20. ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، السنن، الریاض: مکتبۃ المعارف للنشر والتوضیح، 2008ء، ص: 685، الرقم: 4119

21. مجدد الف ثانی- 1:109

22. سرہندی، محمد معصوم، خواجہ، مکتوباتِ معصومیہ (مترجم: سید زوار حسین شاہ)، کراچی: ادارہ مجددیہ، 1978ء، ج: 2، ص: 110

23. مجدد الف ثانی، 1:170

24. سرہندی، بدر الدین، حضرات القدس، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، 2010ء، ج: 2، ص: 336